شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی ✕ شیخ محمود احمد عرفانی مجاہد مصری

جلد ۴۲ | ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ مطابق ۷ جون ۱۹۳۹ء بروز بدھوار | نمبر ۱۵ تا ۱۸

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقام ← آپ کی زبان قلم سے

(۱)

(ا) مجھے حکم دیا گیا ہے۔ کہ جو لوگ حق کے طالب ہیں۔ وہ سچا ایمان اور سچی ایمانی پاکیزگی اور محبت مولیٰ کا راہ سیکھنے کے لئے اور گندی زیست اور کاہلانہ اور غدارانہ زندگی چھوڑنے کیلئے مجھ سے بیعت کریں۔

پس جو لوگ اپنے نفسوں میں کسی قدر یہ طاقت پاتے ہیں اُنہیں لازم ہے۔ کہ میری طرف آویں۔ کہ میں ان کا غمخوار ہونگا۔ اور ان کا بار ہلکا کرنے کیلئے کوشش کرونگا۔ خدا تعالےٰ میری دعا اور میری توجہ میں ان کیلئے برکت دیگا بشرطیکہ وہ ربانی شرائط پر چلنے کیلئے بدل و جان طیار ہونگے۔ یہ ربانی حکم ہے۔ جو آج میں نے پہنچا دیا ہے۔ اس بارہ میں عربی الہام یہ ہے۔

اِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ۔ وَاصْنَعِ الْفُلْکَ بِاَعْیُنِنَا وَوَحْیِنَا الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ۔ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ۔

(یکم دسمبر ۱۸۸۸ء سبز اشتہار صفحہ ۲۴)

(۲)

(ب) اس نے اس سلسلہ کے قائم کرنیکے وقت مجھے فرمایا۔ کہ زمین میں طوفان ضلالت برپا ہے۔ تو اس طوفان کے وقت میں یہ کشتی طیار کر جو شخص اس کشتی میں سوار ہوگا۔ وہ غرق ہونے سے نجات پائیگا۔ اور جو انکار میں رہیگا۔ اس کیلئے موت درپیش ہے۔

اور فرمایا۔ کہ

جو شخص تیرے ہاتھ میں ہاتھ دیگا۔ اُس نے تیرے ہاتھ میں نہیں بلکہ خدا کے ہاتھ میں دیا۔

(فتح اسلام صفحہ ۳۲ و ۳۹ مطبوعہ بار اول دسمبر و جنوری ۹۱-۱۸۹۰ء)

(۳)

حضرت عالی سیدنا و مولانا صلی اللہ علیہ وسلم بطور پیشگوئی فرما چکے ہیں۔ کہ اس امت پر ایک زمانہ آنے والا ہے۔ جس میں وہ یہودیوں سے سخت درجہ کی مشابہت پیدا کریگی تب فارس کی اصل میں سے ایک ایمان کی تعلیم دینے والا پیدا ہوگا۔ اگر ایمان ثریا میں معلّق ہوتا تو وہ اُسے اس جگہ بھی پا لیتا۔

یہ پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ جس کی حقیقت الہام الٰہی نے اس عاجز پر کھول دی۔ اور تصریح سے اس کی کیفیت ظاہر کردی۔ اور مجھ پر خدا تعالےٰ نے اپنے الہام کے ذریعہ سے کھولدیا۔ کہ حضرت مسیح ابن مریم بھی درحقیقت ایک ایمان کی تعلیم دینے والا تھا جو حضرت موسیٰ سے چودہ سو برس بعد پیدا ہوا۔

پس جبکہ اس امت کو بھی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے عہد پر چودہ سو برس کے قریب مدت گذری۔ تو وہی آفات ان میں بھی بکثرت پیدا ہو گئیں، جو یہودیوں میں پیدا ہوئی تھیں۔ تا وہ پیشگوئی پوری ہو، جو ان کے حق میں کی گئی تھی۔ پس خدا تعالیٰ نے ان کے لئے بھی ایک ایمان کی تعلیم دینے والا مثیل مسیح اپنی قدرت کاملہ سے بھیجدیا۔ (فتح اسلام صفحہ ۱۳-۱۵ حاشیہ)

(۴)

مجھے خدا کی پاک اور مطہر وحی سے اطلاع دیگئی ہے۔ کہ میں اسکی طرف سے مسیح موعود اور مہدی معہود اور اندرونی اور بیرونی اختلافات کا حَکَم ہوں۔

(اربعین نمبر اول صفحہ ۳ مورخہ ۲۳ جولائی ۱۹۰۰ء)

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی ایڈیٹر و پبلشر زیر پرنٹر چھپکر دفتر الحکم تراب منزل قادیان سے شائع ہوا۔

کلمات المحرّر

۱۔ اللہ تعالےٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ کہ میں اس خاص نمبر کی اشاعت کے قابل ہو سکا۔ یہ نمبر میری امید اور طاقت سے بڑھکر شائع ہُوا ہے۔ جن حالات میں سے مجھے گذرنا پڑا۔ ان حالات کے لحاظ سے مجھے توقع نہ تھی۔ کہ میں کوئی پرچہ شائع کرنے کے قابل ہو سکونگا۔ سب سے بڑی دِقّت اور روک میری صحت کی تھی۔ میری صحت ایسی ہو رہی ہے کہ میں اپنے آپ کو کسی کام کے قابل نہیں پاتا۔ مگر اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل سے مجھے توفیق دی۔ کہ ان حالات میں بھی اس خدمت کو سرانجام دے سکوں۔

۲۔ پھر دوسری دقت مالی مشکلات کی تھی۔ اس سلسلہ میں میں نے جس جس دوست کو توجہ دلائی۔ سب نے خاموشی ظاہر کی۔ اور انکی خاموشی میری اس بیماری میں میرے لئے نہ صرف ہمت شکن تھی۔ بلکہ بعض حالات میں میرے قلب پر اختلاجی کیفیت پیدا کر دیتی تھی۔ روپیہ کے معاملہ میں حضرت سیٹھ عبد اللہ بھائی الٰہ دین صاحب سابق بالخیرات نے کچھ میری مدد فرمائی۔ پھر عزیز مکرم شیخ داؤد احمد صاحب عرفانی نے دس روپے سے مدد کی۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء

ان کے سوا اہلیہ صاحبہ شیخ داؤد احمد صاحب عرفانی نے ایسے وقت میں جبکہ کام بالکل بند ہو گیا اور روپیہ ملنے کی قطعًا کوئی امید نہ رہی، میری مدد قرضہ حسنہ کی ایک معقول رقم سے کی۔ جزاھا اللہ احسن الجزاء۔

اس رقم کے ملنے سے میں اس قابل ہو گیا۔ کہ میں یہ نمبر آپ کی خدمت میں پیش کر سکوں۔

۳۔ پہلے یہ نمبر صرف ۴۰ صفحے کا نکالنے کا خیال تھا۔ اور اسی کا اعلان ہُوا۔ مگر بعد میں مضامین کی کثرت کی وجہ سے مزید چار صفحے لگا دئے گئے ـــــ اسی طرح اس اخبار کو مصوّر کرنے کا پہلے خفیف سا خیال تھا۔ مگر بعد میں اس خیال کو تقویت حاصل ہو گئی۔ اور میں نے **ایک درجن تصاویر** کے ساتھ اس پرچے کو مصوّر کر دیا۔

پرچے کو مصوّر کرنے پر بھی ایک معقول رقم صرف ہوئی۔ مگر جس طرح ہمارے سلسلہ کی تاریخ میں الحکم پہلا اخبار ہے۔ اسی طرح الحکم کا یہ پرچہ بھی اپنی شان کے لحاظ سے پہلا پرچہ ہے جو مصوّر ہے

بہر حال اللہ تعالےٰ نے مجھ **کمزور۔ بیمار** اور **مالی اسباب** سے تہی انسان کو اس قابل کر دیا۔ کہ میں اس پرچہ کو احباب کے ہاتھ میں پہنچا سکوں۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ

۴۔ اخیر میں مَیں ان احباب کا جنھوں نے الحکم کے لئے میری درخواست پر مضامین لکھے یا کسی نہ کسی رنگ میں میری مدد فرمائی۔ ان سب کا شکر گذار ہوں۔ اور اُنکے لئے اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ ان سب پر اپنی برکات نازل فرمائے۔ اور اپنے فضلوں سے مالا مال فرمائے۔ (آمین)

سِلور جوبلی نمبر

اس نمبر کے ساتھ ہی میں الحکم کے ایک اور خاص نمبر کا اعلان کرنا ضروری خیال کرتا ہوں جو الحکم کا سلور جوبلی نمبر ہوگا۔ اور کم از کم ۱۰۰ صفحے کا ہوگا۔ اور خلافت ثانیہ کے زمانے کی بہت سی تصاویر بھی اس میں شائع کی جائیں گی۔ اگرچہ میں اس وقت تک اسباب سے عاری ہوں۔ مگر خدا کے فضل پر بھروسہ کر کے یقین رکھتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ مجھے اس نمبر کے شائع کرنے میں کامیاب کر دیگا۔

سلور جوبلی نمبر انشاء اللہ تعالےٰ دسمبر کے پہلے ہفتہ میں ہی شائع ہو سکیگا۔ تفصیلات بعد میں شائع ہو سکینگی:

بعض مُبارکبادیں

۱۔ عزیز مکرم شیخ داؤد احمد صاحب عرفانی ہیڈ کاٹن کلرک وارنگل جو میرے چوتھے بھائی ہیں، کو خدا تعالےٰ نے ۶ مئی ۱۹۳۹ء بروز ہفتہ رات کے ۳ بجے پہلی بچی عطاء فرمائی ـــــ بچی کا نام اس کے دادا جان یعنی حضرت عرفانی کبیر نے نعیمہ سلطانہ تجویز فرمایا۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے۔ کہ نعیمہ سلطانہ کی عمر دراز فرمائے۔ اور اُسے مربی صفات سے متصف فرمائے۔ والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہو :

۲۔ گذشتہ سال ۶ اکتوبر ۱۹۳۸ء بروز جمعہ ۲ بجے شب جبکہ میں بغرض علاج سکندر آباد میں مقیم تھا۔ اللہ تعالےٰ نے میرے ہاں بھی ایک بچی دی تھی۔ جس کا نام بھی اسکے دادا جان نے زکیہ سلطانہ رکھا تھا۔ چونکہ اس بچی کی تاریخ ولادت کو شائع نہیں کیا جا سکا۔ اس لئے نعیمہ کی ولادت کی مناسبت سے میں زکیہ کی تاریخ ولادت کو شائع کر کے اس کیلئے بھی احباب سے درخواست دعا کرتا ہوں۔

ـــــ مولود مسعود ـــــ

۱۰ ربیع الاول ۱۳۵۸ھ ہجری المقدس بروز دوشنبہ مطابق یکم مئی ۱۹۳۹ء اللہ تعالےٰ نے سلسلہ کے ایک مخلص جان نثار محترم مرزا برکت علی صاحب آف خانقین عراق کو ایک اور بیٹے کی نعمت سے نوازا۔ سیّدنا امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے مولود مسعود کا نام

الطاف احمد

تجویز فرمایا۔ اللہ تعالےٰ مولود کو لمبی عمر عطا فرمائے۔ اور خاندان کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔ مولود حضرت بھائی عبد الرحمان صاحب قادیانی کا نواسہ ہے انکو بھی مبارک فرمائے:

شادی

محترمی جناب قاضی اکمل صاحب کے فرزند ارجمند مسٹر بشیر ہاشمی صاحب بی۔ اے کی شادی جناب قاضی غلام خُتم صاحب پنشنر سب انسپکٹر پولیس کی صاحبزادی سے ہوئی۔ اس تقریب پر ہم جناب قاضی صاحب اور انکے خاندان کے تمام افراد اور اسی طرح قاضی صاحب کے تمام خاندان کو مبارکباد عرض کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اس تعلق کو جانبین کیلئے مبارک کرے۔

بعض تعزیتیں

گذشتہ عرصہ میں چند ایسی وفاتیں ہوئیں جن کا بہت ہی صدمہ ہے۔

۱۔ ملک غلام فرید صاحب ایم۔ اے وائس پریذیڈنٹ آل انڈیا نیشنل لیگ کے والد بزرگوار کا حرکت قلب کے بند ہونے سے انتقال ہو گیا۔

۲۔ ڈاکٹر محمد شفیع صاحب اور ڈاکٹر احسان صاحب کے والد بزرگوار بوجہ ناسازی طبیعت قادیان آتے ہوئے راستہ میں ہی فوت ہو گئے۔

۳۔ جناب میرزا عبد الغنی صاحب معاون ناظر دعوۃ و تبلیغ کے والد بزرگوار بھی قادیان میں فوت ہو گئے۔

۴۔ محترم قاضی رشید احمد صاحب ارشد کارکن نظارت دعوۃ و تبلیغ کا پیارا بچہ بعارضہ ٹائیفائیڈ دس پندرہ روز بیمار رہ کر فوت ہو گیا

۵۔ حکیم عبد الصمد صاحب مہاجر کی اہلیہ صاحبہ بھی کچھ عرصہ بیمار رہ کر فوت ہو گئیں۔

۶۔ ملک عبد الرحیم صاحب مہاجر کا نوجوان بچہ بعارضہ دق فوت ہو گیا۔

۷۔ چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب کاٹھ گڑھی کی والدہ صاحبہ کچھ عرصہ بیمار رہ کر فوت ہو گئیں۔

اللہ تعالیٰ سبکی مغفرت فرمائے اور انکے پسماندگان کو صبر جمیل دے۔ الحکم ان سب احباب کے ساتھ انکے غم و رنج میں شریک ہے:

بعض ضروری کُتب پر ریویو

مُسلم نوجوانوں کے کارنامے

میرے محترم شیخ رحمت اللہ صاحب شاکر نے ایک نہایت مفید کتاب "مسلم نوجوانوں کے کارنامے" کے عنوان سے شائع کی ہے۔

اس کتاب پر حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے نے نہایت قیمتی ریویو لکھا ہے اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے ایک مجلس میں اظہار خوشنودی فرمایا۔ اس کے بعد اس کتاب پر کسی ریویو کی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔ تاہم میں اس قدر کہونگا۔ کہ یہ کتاب اس زمانے کی شدید ترین ضرورت کے مطابق لکھی گئی ہے۔ نوجوانوں میں جذبہ ایثار۔ دینداری محبت اسلام۔ قربانی وغیرہ نہایت پاکیزہ صفات پیدا کرنے کیلئے بہترین کتاب ہے :

یہ کتاب ہر مسلم اور ہر احمدی نوجوان کے ہاتھ میں ہونی ضروری ہے : **ملنے کا پتہ:**

مولوی ظہور الحسن صاحب مولوی فاضل قادیان سے طلب کریں۔

نشان آسمانی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ہے۔
مولوی ابو الفضل صاحب نے چھپوائی ہے۔
دس روپے کی سو کاپی
ملنے کا پتہ:۔ مولوی ابو الفضل محمود قادیان

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَ عَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھُوَ النَّاصِرُ

ایک مقدس خدا نُما وجُود

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام

من از یار آمدم تا خلق را ایں ماہ بنمایم ✻ گر امروزم نمے بینی بہ بینی روزِ حسرت را (المسیح الموعودؑ)

از قلم حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی سابق ہریشچندر موہیال

ایک زمانہ میں جبکہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت کشتی جماعت کی تاسیس اور تیاری میں مشغول تھے۔ اور جبکہ حضور آیات و بینات کے ذریعے مختلف قسم کے اسباق سے اس کی تعلیم و تربیت میں مصروف، علم و حکمت کے خزانوں کے منہ کھولے، ایمانوں میں مضبوطی اور اعمال میں صلاحیت کے سامان پیدا کر رہے تھے۔ پاک توجہات، قدسی انفاس اور خدا نما صحبتوں کے فیض سے اس کا تزکیہ فرما کر آنے والے طوفانوں کے مقابلہ اور خدمت اسلام کے لئے جماعت کو تیار فرما رہے تھے۔

جبکہ انذار و تبشیر کا سلسلہ خدائے ذوالجلال کے علم و اقتدار کے اظہار سے زندہ ایمان، تازہ عرفان اور حق الیقین کی نعماء اور سکینت و اطمینان کے خزانے لُٹا رہا تھا۔ جبکہ جماعت طرح طرح کے امتحان اور ابتلاؤں میں سے گذر کر کُندن ہو رہی تھی۔ جبکہ کھرے اور کھوٹے۔ پکے اور کچے۔ قوی الایمان اور ضعیف الاعتقاد۔ چُست و سُست اور ہوشیار و غافل۔ میں امتیاز ہو رہا تھا۔ جبکہ عبداللہ آتھم کا رجوع اور توبہ ایمان و اعتقاد کی کسوٹی اور معیار بنا۔ جبکہ اس کا اخفائے حق اور کتمان شہادت کبھی سانپ بنکر اس پر دوڑا۔ تو کبھی مسلح ڈاکوؤں کی شکل میں اس پر ظاہر ہوا۔ اور آخر ایک بھیانک اور مایوسی و نامرادی کی موت کی صورت میں اس پر مسلط ہو گیا۔

جبکہ پنڈت لیکھرام کا مُنہ مانگا نشان کفر و اسلام میں ایک مسلّم اور قطعی بُرہان کی شبیہ میں نمایاں و عیاں ہُوا۔ یہ سبھی کچھ عشاق کے صدق و وفا کو ناپنے اور بیرونی لوگوں کے فریب و دغا کو تولنے کا پیمانہ تھے ؎

عشق اول سرکش و خونی بود
تا گریزد ہر کہ بیرونی بود

یہ واقعات آج سے پینتالیس برس قبل یعنی ۹۵-۱۸۹۷ء سے تعلق رکھتے ہیں۔

عید سے دوسرا روز۔ ۶ر مارچ ۱۸۹۷ء۔ ہفتہ کا دن۔ ہندوستان کے دو بڑے مذاہب، اسلام اور ہندوازم کی رُوحانی کشتی اور دنگل کے نتیجہ کا دن تھا۔ جس کا گرما گرم چرچا، چلتا پھرتا شہرہ متواتر پانچ برس سے ملک بھر میں ہوتا چلا آ رہا تھا۔ آج کے دن ایک کی صداقت اور دوسرے کے بُطلان پر مُہرِ تصدیق ثبت کر گیا۔ اسی لئے یہ دن اسلام کی تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھا جاتا رہے گا۔

پنڈت لیکھرام قضاء الٰہی کے ماتحت عین پیشگوئی کے مطابق میعاد کے اندر اس دنیا سے موعود و مشتہر طریق سے کوچ کر گئے۔ اور چونکہ یہ واقعہ براہ راست اسلام کی فتح اور ہندو دھرم کی مغلوبیت کی تصویر پیش کرتا تھا۔ اس لئے تمام ہندو قوم نے متفقہ و متحدہ کوشش کے ذریعہ خدا کے اس زندہ نشان پر پردہ ڈالنے کی سعی ناکام کی۔

طرح طرح کے الزام و بہتان تراشے۔ ہندوستان کے طول و عرض میں جلسے کئے لیکچرز دئے۔ مظالم کی جھوٹی داستانیں گھڑیں، جھوٹے افسانے بنائے۔ اخبارات میں شور مچایا۔ گورنمنٹ پر دباؤ ڈالا۔ اور سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضور کے خدام کی خانہ تلاشیاں کرائیں۔ اور ایسا شور بے تمیزی بپا کیا کہ

الامان الحفیظ

ہر جگہ احمدیوں کی جان کے لالے پڑ گئے۔ زمین ان پر تنگ کی گئی۔ مگر جب ان کوششوں میں ناکام رہے۔ کسی سازش کا پتہ چلا نہ منصوبے کا۔ تو جھنجلا کر اوچھے اور کمینے ہتھیاروں پر اُتر آئے۔ سیدنا حضرت اقدس کو قتل کی دھمکیوں کے گمنام خطوط لکھے۔ گالی گلوچ اور گند و الزام سے بھرے پلندے بھیجے۔ اشتہارات چھاپے۔ مضامین لکھے۔ اور نوبت یہاں تک پہنچا دی۔ اتنا بڑا بول بول دیا کہ

بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی۔

عام مسلمانوں پر بھی دھاوا بول دیا۔ ہر جگہ مسلمان کو ظلم و تعدی کا نشانہ بنایا گیا۔ قتل و غارت اور فتنہ و فساد کی آگ ہر حصۂ ملک میں مشتعل کی گئی۔ زہر آلود مٹھائیاں معصوم بچوں، مسافروں اور راہ گیر لوگوں میں بانٹی گئیں جس سے بیسیوں جانیں تلف ہوئیں۔ سرکاری اداروں تک میں مسلمانوں پر عرصۂ حیات اور سکولوں میں طلباء کا قافیہ تنگ کیا گیا۔ امتحانات میں ان سے فرضی مظالم کا بدلہ لیا گیا۔ الغرض ملک میں ہیجان و اضطراب اور وحشت و درندگی کا دور دورہ ہو گیا۔ ناکردہ گناہ لوگوں کو تختۂ مشق اور ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا۔

آریہ ہندوؤں نے یہ کچھ کیا۔ تو عیسائیوں نے آتھم کا بدلہ لینے کے بہانہ سے حضور پُر نور پر اقدام قتل کا جھوٹا مقدمہ داغ دیا جس کو احمدی تاریخ میں مقدمۂ مارٹن کلارک کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس میں

الکفر ملۃ واحدہ

ہندو، عیسائی اور نام کے مسلمان مل بیٹھے۔ ایک ہی کمان سے خدا کے معصوم نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بے تحاشا تیر برسانے لگے۔ ساری کوشش کی درہمے، قدمے اور سخنے۔ پورا زور لگایا۔ کہ تا مسیح موسوی کی طرح حضور علیہ السلام کو بھی صلیب پر کھچوا دیں۔ چنانچہ انہی حالات کا نقشہ حضورؑ نے کھینچا اور فرمایا ؎

پر مسیحا بن کے میں بھی دیکھتا روئے صلیب
گر نہ ہوتا نام احمدؐ جس پہ میرا سب مدار

جن واقعات و حالات کی طرف میں نے اوپر اشارہ کیا ہے۔ بہت طویل اور تفصیل طلب ہیں۔ ان کا بیان اسوقت میرے مدنظر نہیں۔ اس صحبت میں جو کچھ میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ

اس پُر آشوب اور فتن زمانہ سے قبل یعنی پنڈت لیکھرام کے واقعہ قتل سے پہلے قادیان میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اور حرم سرائے پر کسی پہرہ، نگرانی کا انتظام نہ ہوا کرتا تھا۔ ان افواہوں اور بد خبروں کے باعث جو مختلف ذرائع و وسائل سے تواتر کے ساتھ ہندوؤں خصوصاً آریوں کی سازشوں اور منصوبوں سے متعلق ملتی رہیں، ہم لوگ بطور خود ہی چوکس و ہشیار ہو کر حضور کے مسجد میں تشریف لانے یا سیر وغیرہ کے لئے نکلنے کے اوقات میں زیادہ محتاط رہنے لگے۔ اور ایک قسم کے پہرہ کا سلسلہ جاری کر لیا گیا۔ ہوتے ہوتے ایسی خبریں زیادہ تیز اور گرم ہوتی گئیں۔ ملک کے طول و عرض کے حالات کی تفاصیل، خطوط اور اخبارات کے ذریعہ معلوم ہونے لگیں۔ اور ساتھ ہی قادیان میں اجنبی، مشکوک اور آوارہ لوگوں کی آمد کا سلسلہ بڑھتا نظر آنے لگا حتی کہ بعض مقامی اشرار کی ٹیڑھی ترچھی آنکھیں ان کے بد ارادوں اور منصوبوں کی تصدیق کرنے لگیں۔ دوسری طرف **اچانک** ایک روز کپتان پولیس نے بھاری جمعیت کنسٹبلوں کے ساتھ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکانات پر گھیرا ڈال کر ناکہ بندی کر لی کسی کو باہر جانے کی اجازت تھی نہ اندر آنے کی بہت دیر تک بند و ساتھ ہو کر تلاشی کراتے، خطوط اور مضامین پڑھتے رہے۔ اس موقعہ پر حضرت اقدس نے جس خندہ پیشانی اور فراخدلی سے پولیس کو اسکے کام میں خود مدد دی۔ اور جس طرح اخلاق فاضلہ کا اسوۂ حسنہ دکھایا۔ وہ بھی ایک معجزہ سے کم نہ تھا۔

غرض تلاشی کرائی اور ان لوگوں نے کوشش کا کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا۔ اور نہ صرف مخالفانہ بلکہ معاندانہ و جانبدارانہ طریق سے ناخنوں تک کا زور لگا دیا۔ مگر سوائے حرمان و حسرت اور مایوسی و ناکامی کے کچھ ہاتھ نہ آیا۔

انہی گڑبڑ اور اضطراب و ہیجان کے دنوں میں یہ واقعہ پیش آیا۔ کہ شام کی نماز سے فراغت کے بعد جو گرمی کی وجہ سے بالائی حصہ مسجد میں ہوا کرتی تھی پچھلی ایک دو صفوں کے نمازیوں میں بے چینی و خلجان کے آثار پائے گئے۔ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب سُنن سے فارغ ہو کر شہ نشین پر رونق افروز ہوئے۔ دائیں بائیں اور سامنے حضور کے کبار صحابہ اور خدام حلقہ بنا کر بیٹھ گئے۔ تو وہ معاملہ حضرت کے حضور پہنچا۔ بعض دوستوں نے بیان کیا۔ کہ کسی نے پیچھے سے ان پر حملہ کیا۔ اور تھپیڑ یا مکّا مار کر بھاگ گیا۔ اور کہ اُس کے بھاگ کر سیڑھیوں سے اتر جانے کی آواز بھی ہم نے سُنی تھی —— وغیرہ۔

آثار خطرہ کے موجود تھے۔ وجوہ اس واقعہ کی پیٹھ پر تھے۔ حالات اس خبر کی صداقت پر باور کرنے کے لئے کافی سے زیادہ پہلے ہی جمع ہو چکے تھے۔ طبائع میں تشویش موجود تھی۔ اس واقعہ نے سونے پر سہاگے کا کام دیا۔ اور متفقہ طور پر خدام و صحابہ نے حضرت کے حضور اس معاملہ کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے احتیاطی تدابیر کے لئے درخواست کی۔

انبیاء اور خدا کے رسول علیہم الصلوٰۃ والسلام جو اس دنیا کو عالم اسباب سمجھتے اور .. ربنا ما خلقت هٰذا باطلاً۔ کے پُر معرفت قول کے قائل اول ہوتے ہیں۔ گو اسباب کو خدا کی مفید اور کار آمد مخلوق سمجھ کر انکو موقعہ و محل کی مناسبت سے جمع بھی کرتے ہیں۔ مگر حقیقتاً ان کا توکل اور بھروسہ صرف اور صرف خدا پر ہوتا ہے۔ تائید و نصرت اور فتح و ظفر کے کھلے وعدوں کی موجودگی میں وہ اس طرح دعائیں کرتے اور گڑگڑاتے ہیں۔ کہ دیکھنے سننے والے ان وعدوں کے متعلق شبہات میں پڑ کر سوال کرنے لگتے ہیں۔ ان صالحین و صادقین و اتقیاء کے ساتھ حفاظت و سلامتی کے خدائی وعدے ہوتے ہیں۔ مگر وہ ظاہری سامانوں سے بھی بے پرواہی نہیں کرتے۔ کیونکہ خدا کی صفات و اسماء کا علم سب سے زیادہ انہی کو دیا جاتا ہے۔ وہ خدا کے غناء ذاتی سے ڈرنے اور عباد شکور ہوتے ہیں۔

حضور پُر نور نے دوستوں کی درخواست کو منظور فرماتے ہوئے اسی موضوع پر ایک مختصر مگر روح پرور تقریر فرمائی۔ اور حکم دیا کہ **بہتر ہے احتیاطاً پہرہ کا انتظام کر لیا جائے۔**

غرض یہ ہے قادیان میں پہرہ کی تاریخ اور یہ ہیں اس کے اجراء کے وجوہ جس کی ابتداء یوں ہوئی کہ پہرہ کی منظوری دینے کے بعد خود ہی حضرت نے فرمایا

جو لوگ اس خدمت کے لئے تیار ہوں۔
آگے آجائیں (یا کھڑے ہو جائیں)

ان دونوں میں سے کوئی الفاظ تھے۔ کئی مخلص سعید اور خوش بخت نوجوان آگے بڑھے، کھڑے ہوئے۔ ہر ایک نے اخلاص سے اپنے آپکو پیش کیا۔ محبت اور جوش عقیدت سے اس خدمت کا بار اپنے اوپر لیا۔ کئی قبول ہوئے۔ بعض معذور سمجھے جا کر مستحق ثواب مگر پہرہ معاف قرار پائے۔ ہدایات ملیں اور نبی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توجہ اور دعا نصیب ہوئی۔ زہے نصیبہ۔ خوشا وقتے و خرم روزگارے۔

الحمد للہ الحمد للہ ثم الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی الانبیاء والمرسلین۔ میں بھی اللہ تعالےٰ کے فضل سے ان خوش قسمت قبول ہونیوالوں میں سے ایک تھا۔ جن کو خدا کے موعود نبی مسیح الخلق جری اللہ فی حلل الانبیاء نے نظر شفقت اور محبت بھری نگاہوں سے دیکھا اور قبول فرمایا۔ یہ کہنا کہ پہلے میں بڑھا یا دوسرا کوئی مجھ سے پیچھے اٹھا، خطرہ سے خالی نہیں۔ کیونکہ یہ باتیں خدا کے فضل پر موقوف ہیں۔ جو دلوں کو جھانکتا اور انسانی قلوب کے نہاں در نہاں حالات کو جانتا ہے۔ اور اسی کا فیصلہ سچا اور حقیقی ہوتا ہے۔ کئی چھوٹے بڑے کر دئے جاتے ہیں اور کئی بڑے چھوٹے ہو جایا کرتے ہیں۔ مگر نہیں کہا جا سکتا کہ کوئی ظلم ہوا۔ اس کے سارے کام حق و حکمت پر مبنی اور سارے فیصلے صحیح علم اور میزان حق سے ناپ تول کر کئے جاتے ہیں جنکا مدار سراسر فضل الٰہی پر ہوتا ہے

وہاں کوئی شیخی کام آ سکتی ہے نہ زبانی جمع خرچ۔ دنیا جانتی ہے، بھولی ہے نہ کبھی بھول سکتی ہے اس حقیقت کو کہ جس پتھر کو ردی اور ناکارہ سمجھکر معماروں نے پھینکدیا۔ آخر وہی خدا کا مقبول اور **کونے کا پتھر** بنا۔

پس مقام خوف ہی جس کی وجہ سے میں اس ترتیب کے ذکر

چھوڑتا اور خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ کیونکہ تقدم تاخر حقیقی وہی ہے جس پر خدا کی مہر تصدیق ثبت ہو جس کے ہاتھ میں مدارج و مراتب کا فیصلہ ہے۔ اور عمل عامل کی حقیقت و نیت سے واقف و آگاہ ہے کسی نعمت کے ملنے اور خدمت کی توفیق ہونے کی سعادت پاکر خدا کے حضور جھکنا اور سجدات شکر بجا لانا چاہیئے۔ کیونکہ مواقعہ کا میسر آنا اور کسی خدمت کی توفیق کا ملنا بھی سراسر فضل و احسان ہوتا ہے قل لا تمنوا علیّ اسلامکم بل اللہ یمن علیکم ان ھداکم للایمان۔

اس پہرہ کا انتظام و نگرانی حضور پُر نور نے مجھ ناکارہ غلام کے ذمے لگائی۔ جس کا مقصد و مطلب میں اپنی طبیعت کی افتاد اور عقل ناقص کیوجہ سے یہ سمجھا۔ کہ گویا یہ سارا کام تنہا مجھی کو کرنا ہوگا۔ اگرچہ بعض احباب نے پورے اخلاص، شوق اور محبت و عقیدت سے اس کام میں میرا ہاتھ بٹایا۔ اور مدتوں میرے ساتھ مل کر اس خدمت کو بجالاتے رہے اور پھر ہم سب نے ملکر کیا جو کچھ کہ ہم لوگ کر سکے۔ غرض اس دن سے ہمارا یہ پہرہ کا کام ایک نظام اور باقاعدگی کے نیچے آکر خوش اسلوبی سے چلنے لگا۔

اس پہرہ کی ابتدائی وجہ کے بیان میں جس واقعہ کا ذکر میں نے کیا ہے۔ اسکی حقیقت کیا تھی؟ یہ امر چند روز بعد کھلا جبکہ ایک شام کے دربار کے موقعہ پر ایک نامعقول اُلو بچے یعنی چُغد نے جسے پنجابی میں جر بل کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ کر کے جھپٹ ماری اور صاحب ممدوح کی کلاہ نیچے مرزا نظام الدین صاحب کے مکان موجودہ دفتر نظارت بیت المال کی چھت پر گرادی۔ مرزا نظام الدین صاحب کے دیوان خانہ کے بڑے دروازہ کے باہر ایک بڑ کا پیڑ اور چھوٹے صحن کے انتہائی پچھلی طرف شمال مغربی کونہ میں ایک ببول کا درخت ہوا کرتا تھا۔ مرزا نظام الدین صاحب کے مکانات کی بعض سوراخوں میں دن بھر چھپے رہنے کے بعد یہ اُلو بچے ان درختوں کے گویا مالک و منتظم ہوا کرتے اور ان کے شکار کیلئے یہ درخت مورچہ و کمین گاہ کا کام دیا کرتے تھے۔ اس واقعہ اور اسکی کیفیت وا ثر نے بزرگوں کے ذہن و خیال کا انتقال پہلے واقعہ کی اصلیت و حقیقت کیطرف پھیر دیا جس کو ہمارے کسی مظلوم دوست کے تخیل نے "برکی ڈار" بناکر حالات کی وجہ سے اتنا بڑھا دیا تھا جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ایک کام کرانا اور لینا تھا جس کے لئے وہ معاملہ ایک وجہ بن گیا۔ ورنہ اسکی حقیقت بھی ایک چُغد یا اُلو بچے کے حملہ سے زیادہ نہ تھی۔

مصلحت الٰہی کہ اس زمانہ میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکانات بالکل کھلے اور غیر محفوظ ہوتے تھے۔ مغربی حصہ مکان کی ۵/۶ فٹ پرانی کچی دیوار بیت الفکر سے ملحقہ شمالی دالان کے آخری شمالی حصہ سے لیکر خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر کے مکانات کی حد تک پختہ کرنے کی غرض سے گرائی جاچکی تھی۔ اور وہاں دیوار کی بجائے سرکنڈے کی چادروں کا پردہ ہوا کرتا تھا۔ اینٹیں چونکہ اس زمانہ میں بٹالہ کے پزاووں سے گدھوں پر آیا کرتی تھیں۔ اور معمار بھی

قادیان میں نام ہی کو ملا کرتے تھے۔ اس وجہ سے پردہ وغیرہ کی تکمیل بھی ایک لمبا عرصہ چاہتی تھی۔ جو آہستہ آہستہ ایک خوش نصیب مستری حسن دین صاحب مرحوم سیالکوٹی کی متواتر کئی ماہ کی تگ و دو سے جاکر کہیں پایہ تکمیل کو پہنچی۔ ان حالات میں ظاہر ہے۔ کہ پہرہ و حفاظت کی کتنی شدید ضرورت تھی۔ جس کا اس سے پہلے قطعاً کوئی انتظام نہ تھا۔ اور نہ ہی اس طرف چُغد کے پہلے واقعہ تک کسی کی توجہ مبذول ہوئی۔ کل امر مرھون باوقاتہ۔ یہ ضرورت اس تحریک سے پوری ہوگئی۔ ہمارے پہرہ کا دائرہ عمل اور گردش کا محور سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکانات تھے۔ توجہ اور زور شکستہ حصہ یعنی مکان کے غربی جانب کہ کوچہ کیطرف تھا جو اس زمانہ میں بالکل ایک کھلی گلی تھی۔ موجودہ کوچہ بندی اور صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے مکانات بہت بعد میں بنے ہیں۔ ہمارے گشت کا سلسلہ احمدیہ چوک۔ چوک موجودہ شارع دارالانوار۔ چوک موجودہ قصر خلافت تک وسیع ہوا کرتا جس میں بعض غیر احمدی اور غیر مسلم لوگوں کے مکان بھی آجاتے۔ عمارات کے لحاظ سے آج کل اس قطعہ آبادی کی شکل اس زمانہ سے بالکل مختلف ہو چکی ہے ــــــ

آریہ اور ہندوؤں کی شورش کا سلسلہ روز افزوں تھا۔ عید قربان قریب آتی جارہی تھی۔ قادیان اور مضافات میں بعض میلوں کا موسم تھا۔ جن میں گنوار لوگ شریک ہوکر وہ اودھم مچایا کرتے کہ انسانیت مارے شرم کے پانی پانی ہوجاتی۔ آریوں کے کارندے دیہات کے سکھوں میں پھر کر فضا کو مکدر اور مسموم کرنے میں سرگرم تھے۔ چوری اور ڈاکوں کی وارداتیں ہوا کرتیں۔ ان مخالف حالات پر ایک اضافہ یہ ہوا۔ کہ اخبارات اور اشتہاروں میں اشارۃً اور پرائیویٹ خطوط میں صراحتاً سیدنا حضرت اقدس کی ذات والا صفات کو نقصان پہنچانے کی دھمکیاں آنے لگیں حکومت کی خاموشی اور بے توجہی یہ رنگ لائی کہ ان لوگوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ اور وہ حضور پُر نور کو نعوذ باللہ

قربانی کا بکرا

وغیرہ ناموں سے یاد کر کے دہشت انگیزی اور درندگی کے ارادوں کا مظاہرہ کرنے لگے۔

حضور اقدسؑ پر تو ان دھمکیوں اور گیدڑ بھبکیوں کا کوئی اثر ہی نہ تھا خدا کی حفاظت و رفاقت کے وعدوں کے پورا ہونے کے دن سمجھ کر حضورؑ نہ صرف خود مطمئن، خوش اور ہشاش بشاش رہتے بلکہ صحابہ، خدام اور غلاموں کو بھی تسلیاں دیا کرتے ـــ عید قربان آئی جو حضور نے خدام سمیت تکیہ حسینا کی بڑ کے نیچے ادا کی۔ قربانیاں دیں اور مہمانوں کیواسطے عید سعید کی تقریب کے مناسب حال مختلف کھانے پکوائے۔ نہایت محبت سے دوستوں کو کھلاتے۔ اور اسطرح ہمارے یہ دن خدا کی حمد، عبادت اور دعاؤں میں نہایت خوشی اور اطمینان سے گذرے۔ دشمنوں کے منصوبوں اور سازشوں کو خدا نے ناکام کیا

یعصمک اللہ ولو لم یعصمک الناس

کے خدائی وعدے نہایت شان، شوکت اور جلال کے ساتھ پورے ہوئے۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر واللہ اکبر و للہ الحمد۔

پہرہ تو محض ایک ذریعہ تھا ہم غلاموں کی عزت افزائی کا۔

وہ تو ایک زینہ تھا ہمارے عروج اور علم و معرفت میں ترقی اور اور محبت و عقیدت میں زیادتی کا۔ ورنہ حقیقت یہ ہے۔ کہ غفلت کی نیند سو رہنے اور خراٹے بھر کر رات گذار دینے سے ہزار درجہ بہتر اور مفید تر تھی ہماری یہ بے خوابی و طواف۔ خدا نے اپنی حکمتوں کے ماتحت ہم لوگوں کی تربیت اور روحانی اصلاح کے واسطے یہ سامان پیدا کئے تھے۔ ورنہ اپنے بندے کی حفاظت کے لئے خدا ہی اپنی کمزور مخلوق کا محتاج تھا نہ حضور۔ ؎

بلفت لیں اجر نظر تھا دہندت اسے اچی ورنہ
قضاء آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

خاموش، سنسان اور اندھیری رات کی گھڑیوں میں اچانک کبھی وہ ماہ کنعاں، نور قادیاں، جان جہان دنیا و ما فیہا کی روح رواں ہم پر طلوع فرماتا میاں عبدالرحیم، میاں عبدالعزیز، میاں غلام محمد، میاں عبدالرحمن نام لیکر محبت بھری، نرم، شیریں اور دلکش آواز سے نوازتا۔ اور خود ہماری خبرگیری و دلجوئی فرماتا۔ قربان اس جانِ جہان کے اور فدا ہو جاؤں اس پیارے نام کے جو مخدوم ہو کر اُلٹا غلاموں کی خدمت و خبرگیری کرتا۔ آقا ہو کر غلاموں کی فکر رکھتا اور نوازتا تھا۔ بارہا وہ رحمت مجسم اپنے رہائشی دالان کی غربی کھڑکیوں سے جھانکتا۔ نظر شفقت و رحمت سے ہمیں نوازتا۔ اور اپنے دست مبارک سے اپنے رومال میں لپیٹ باندھکر شیرینی، خشک پھل وغیرہ جو بھی ہوتا ہمیں عطاء فرماتا۔ اور دیر تک مصروف گفتگو رہ کر خوش وقت فرمایا کرتا۔

بچوں والا گھر، مہمانوں کی آماجگاہ، غریب بے کس اور یتامیٰ و بیوگان کی جائے پناہ، خستہ و شکستہ اور مظلوم افسردہ دلوں کا ماویٰ و ملجا دنیا بھر میں یہی ایک "بڑا گھرانہ" (بیوتٍ اذن اللہ ان ترفع) تھا۔ بچوں کے تقاضاء ضرورت، مہمانوں کی خدمت اور بیوگان و یتامیٰ اور کمزور لوگوں کی دعوت کیلئے حضور پُر نور کے پاس عموماً مٹھائی اور خشک و تر پھلوں کا ذخیرہ رہا کرتا تھا۔ جو اللہ تعالےٰ اپنے وعدہ

یَأْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ۔

کے ماتحت دُور دراز سے تحائف بھجواتے۔ خدام مختلف قسم کے پھل اور شیرینیاں لاتے۔ بادام، کشمش، اخروٹ، خوبانی اور مغزیات اللہ تعالیٰ بھجواتا۔ ہر موسم کے میوے اور پھل حتیٰ کہ خشک پیلو کی بوریاں حضور کی خدمت میں آیا کرتیں۔ جن کو حضور بڑی فراخدلی سے بانٹ دیا کرتے۔ عطاء و سخا میں حضور ایک ابر بہار تھے۔ اپنے بیگانے اور چھوٹے بڑے سبھی کو سیراب فرمایا کرتے۔ دریا دلی کا یہ حال تھا کہ بعض اوقات بلکہ لانیوالے ہی کو اس چیز کا اکثر حصہ عطاء فرما دیا کرتے۔ مہمان اور غلام، خادم اور خادمات، سائل و فقیر سبھی کو حضور اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں میں شریک فرمایا لیا کرتے تھے ـــ اسی طرح ہم لوگ بھی مدتوں حضور کی توجہات کریمانہ کے مورد بنے رہے ـــ

ابتداءً میرے محترم بزرگ و محسن حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب بھائی شیخ عبدالعزیز صاحب اور میرے ہمنوالہ و پیالہ عزیز مکرم حافظ صوفی چوہدری غلام محمد صاحب بی اے۔ بعض اور دوست اور راقم الحروف اس خدمت پہرہ کی سعادت سے بہرہ ور ہوتے رہے۔ اپنا سکو [illegible] بعض مخلص خاندانوں کے [illegible]

طلب علم کی غرض سے والدین نے قادیان بھجوائے ہمارے ساتھ ان خدمات میں محبت و اخلاص سے شریک ہوا کرتے تھے۔ مثلاً مکرم معظم مرزا افضل بیگ صاحب مرحوم آف قصور کے صاحبزادے عزیز مکرم مرزا محمد افضل بیگ صاحب ۔ مرزا محمد جمیل بیگ صاحب ۔ محترم چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم ۔ اے موجودہ ناظر اعلیٰ ۔ مرزا سلطان احمد صاحب ۔ عزیزان راجہ محمد اسمٰعیل ۔ راجہ محمد اسحاق صاحبان ۔ شیخ احمد الدین صاحب ڈنگوی ۔ منشی کرم علی صاحب وغیرہ وغیرہ کئی شریف ، سعید اور صالح نوجوان محبت بھرے دل کے ساتھ بصد شوق ان خدمات کو بجا لایا کرتے تھے ۔

پہرہ کی راتوں میں ایک چیز جو میں نے دیکھی اس کا بیان بھی میرے ذمہ ہے ۔ وہ یہ کہ دوران پہرہ میں اکثر ہم لوگ محسوس کیا کرتے تھے ۔ کہ حضور پُر نور رات کا زیادہ حصہ ذکر و فکر اور دعا و نماز میں گذارا کرتے تھے ۔ کیونکہ بالکل تھوڑے سے وقت کے سوا عموماً ہمارے کانوں میں گریہ و بکا اور اضطراب و الحاح کی آواز ۔ کبھی کچھ پڑھنے اور گنگنانے کی گنگناہٹ ۔ کبھی نرم اور دھیمی سی آواز میں سسکیاں لینے اور رقت و سوز سے بلبلانے کی آواز پڑتی رہا کرتی تھی ۔ اور بارہا مجھے یاد ہے ۔ کہ ایسے موقع پر ہم خود بھی کھڑے آمین ۔ آمین از ما و جملہ جہان آمین باد کی صدائیں کرنے لگتے ۔

پہرہ کا ایک دوسرا طریق جو مکانات کی تکمیل کے بعد جاری ہوا ، یہ تھا ۔ کہ حضور پُر نور نے ہمیں اپنے مکانات کے بعض حصوں میں سو رہنے کا ارشاد فرمایا ۔ جہاں محترم حضرت بھائی عبد الرحیم صاحب اور یہ خاکسار اوّل اوّل دونوں ایک ہی جگہ عشاء کی نماز کے بعد جاتے اور صبح کی نماز کے وقت وہاں سے آجایا کرتے ۔ بعد میں دونوں کو الگ الگ حصوں میں بھی رہ کر خدمت پہرہ کا موقعہ ملتا رہا ۔ اور یہ تبدیلیاں مکانات کی شکست و ریخت اور ترمیم و تنسیخ کی بناء پر ہوا کرتی تھیں ۔ اور حسب ضرورت ہم لوگ مختلف حصص مکان میں راتوں کو کچھ جاگ کر اور زیادہ سو کر ڈیوٹی دیتے رہے ۔ پہرہ کا یہ سلسلہ کم و بیش دو تین سال متواتر جاری رہا ۔ اور مختلف دوست اس خدمت کی سعادت پاتے رہے ۔

میرے اس پہرہ کا آخری زمانہ وہ تھا جبکہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رہائشی دالان کی مرمت ، صفائی اور پلستروں کا کام جاری ہوا ۔ یہی وہ دالان ہے جو بیت الفکر کے شمالی جانب دیوار بدیوار واقع ہے ۔ اور جس کے اندر بیت الدعاء کا دروازہ کھلتا ہے ۔ بیت الدعاء دراصل اس دالان سے باہر جانب غرب کوچہ کی طرف بڑھا کر بعد میں بنایا گیا ہے ۔ مرمت وغیرہ کی وجہ سے حضور اس دالان کو خالی کر کے نچلے منزل کے حصہ میں تشریف لے گئے جس کے لئے اسی دالان کی شمالی دیوار میں سے سیڑھی کھلتی تھی ۔ اور نیچے کا یہ حصہ وہ کوٹھڑیاں اور دالان ہیں ۔ جو سیدنا امیر المومنین حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے حرم اول کے موجودہ مکان کے صحن کے نیچے واقع ہیں ۔ (۱۹۳۹ء) میں اس دالان میں لمبے عرصہ تک سوتا رہا ۔ حضور نمازوں کیواسطے نیچے سے اوپر پہلے اسی دالان میں تشریف لاتے اور بیت الفکر میں سے ہو کر بیت الذکر یعنی مسجد مبارک میں تشریف لے جایا کرتے تھے ۔

سردی کا موسم تھا اور بستر میرا ہلکا ۔ اول اول تو گذر ہو جاتی رہی ۔ مگر جب سردی بڑھ گئی ، دوسرے طرف دالان میں پکی کا پلستر ہوا تو کمرہ زیادہ ٹھنڈا ہو گیا ایک رات کا ذکر ہے ۔ کہ سردی کی شدت کے باعث مجھے رات بھر نیند نہ آئی ۔ کروٹ لے لیکر یا بیٹھے رات گذاری ۔ پچھلا پہرہ تھا ۔ کوئی دو بجے کا وقت ہو گا جب تھک کر میں لیٹ گیا ۔ ابھی چند ہی منٹ ہوئے کہ کھڑکی کھلی ۔ اور سیدنا حضرت اقدس دالان میں داخل ہوئے ۔ مگر میں خلاف معمول کھڑا ہو کر سلام عرض کرنے کی بجائے سکڑا چارپائی پر پڑا رہا ۔ پہلے عموماً میں کھڑکی کھلنے کی آہٹ پاتے ہی ہشیار ہو کر اُٹھ کھڑا ہوا کرتا تھا ۔ آج غیر معمولی کوتاہی کیوجہ سے حضور کو توجہ ہوئی ۔ اور آپ نے میری چارپائی کے قریب ہو کر مجھے غور کر دیکھا ۔ اور آہستگی سے اپنی پوستین جو میری چارپائی کے اوپر کھونٹی پر لٹک رہی تھی ، اُتار کر میرے اوپر ڈالدی ۔ میں گمن پڑا رہا ۔ ہلا جُلا نہ بولا ۔ حضور تشریف لے گئے ۔ میں گرم ہوتے ہی گہری نیند سو گیا ۔ اور پھر صبح کی اذان ہی سے جاگا ۔ وضو کیا اور نماز کے لئے مسجد کو جانے کے لئے تیار تھا ۔ کہ حضرت اقدس صبح کی نماز کے واسطے اُسی کھڑکی سے تشریف لے آئے ۔ میں نے سلام عرض کیا ۔ حضور مسکراتے ہوئے میری طرف بڑھے ۔ اور فرمایا :۔

میاں عبد الرحمٰن آپ نے تکلف کر کے تکلیف اُٹھائی بستر کم تھا تو کیوں ہمیں اطلاع نہ دی ؟ شرم مُوت کی لگانا ، اور رنگ اجنبیت کا دکھانا ٹھیک نہیں ۔ دو چار روز کی بات ہو تو اجنبیت انسان نباہ بھی سکتا ہے ۔ مگر عمر کی بازی لگا کر تکلف و اجنبیت میں پڑے رہنا باعث تکلیف ہوتا ہے ۔ جب آپ نے گھر بار چھوڑا ۔ ماں باپ چھوڑے ۔ وطن اور قبیلہ چھوڑ کر ہمارے پاس آگئے ، آپ کی ضروریات ہمارے ذمہ ہیں ۔ مگر جب تک ہمیں اطلاع نہ ہو ہم معذور ہیں کیا کر سکتے ہیں ۔ (مفہوم بالفاظ راقم) میں نے ندامت سے گردن ڈال دی ۔ سر جھکا لیا اور مجسم صورتِ سوال ہی بن کر رہ گیا ۔

صبح کی نماز کے بعد سلام پھیرتے ہی حضرت نے حافظ حاجی حکیم فضل الدین صاحب مرحوم کو یاد فرمایا ، وہ حاضر ہوئے ۔ حکم دیا کہ میاں عبد الرحمٰن کے پاس بستر نہیں ۔ ان کو آج ہی بستر تیار کرا دیں ۔ ان کو ساتھ لے جائیں ، جیسا پسند کریں ، ویسا ہی بنوا دیں ۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس پہننے کے کپڑے بھی کم ہیں ایک دو جوڑے بھی حسب ضرورت بنوا دیں ۔ حکم کا ملنا تھا کہ حضرت حکیم صاحب نے مجھے بازو سے پکڑ لیا ۔ اور ساتھ ساتھ لئے پھرے موسم سرما کیوجہ سے دوکان کے کھلنے میں دیر تھی ۔ خاص آدمی بھیج کر لالہ ٹھکرام کو بلوایا ۔ دوکان کھلوائی اور لگے مجھے کپڑے پسند کرانے ۔ عمر بھر میں میرے لئے یہ پہلا موقعہ تھا کہ میرے لباس اور بستر کا بننا میری مرضی و پسند پر رکھا گیا ۔ اس سے قبل ماں باپ اپنی مرضی و پسند کا بنواتے اور پہناتے تھے ۔ اس لئے مجھے اپنی مرضی و پسند کا کوئی علم ہی نہ تھا ۔ حضرت حکیم صاحب کو حکم تھا ۔ اور اسی کی وہ تعمیل کرنا چاہتے تھے ۔ کئی کپڑے میرے سامنے لائے گئے ۔ اور ہر بار مجھ سے پوچھا گیا ۔ مگر میں نے ایک ہی چُپ سادھ رکھی تھی ۔ بار بار کے تقاضوں سے کچھ یاد آ کر میرا دل بھر آیا ۔ اور میں زار و قطار رونے لگا ۔ یہ حال دیکھ کر حضرت حکیم صاحب موصوف نے مجبور ہو کر خود ہی بہترین کپڑے اور بہترین بستر کا انتظام کر کے فوری تیاری کی تاکید کر دی ۔ اور میری دلجوئی کرتے ہوئے واپس ساتھ لے آئے ــــ شام سے پہلے نہایت اچھا بستر تیار ہو کر آ گیا ۔ جو رات کو حضرت نے بھی دیکھا اور بہت خوش ہوئے ۔ کپڑے بھی دوسرے تیسرے دن مل گئے ــــ

سیدنا حضرت اقدس اکثر نصف رات کے بعد ڈیڑھ ۔ دو یا اڑھائی بجے کے قریب نماز تہجد کے لئے آیا کرتے ۔ اور اگرچہ حضور نہایت احتیاط کے ساتھ دبے پاؤں تشریف لاتے نہایت آہستگی سے کھڑکی کھولتے ۔ مگر میں عموماً حضور کی تشریف آوری پر حِس ہو جایا کرتا ۔ چند مرتبہ ایسا بھی ہوا ۔ کہ میں جاگنے کے بعد پھر سو گیا ۔ اور اذان کی آواز بھی مجھے بیدار نہ کر سکی ، تو حضرت نے صبح کی نماز کے واسطے آتے ہوئے مجھے بھی جگا دیا ــــ

اس زمانہ کی یاد سے میرے دل پر ایک نہایت گہرا اور پائیدار اثر یہ بھی ہے ۔ کہ حضور پُر نور نہایت محنت کش واقع ہوئے تھے ۔ علاوہ تحریر و تصنیف کے سخت دماغی کام کے عموماً حضور اپنے سارے ہی کام خود اپنے ہاتھوں کیا کرتے تھے ۔ نہ صرف یہی بلکہ دوسروں کے کام بھی کر دیا کرتے تھے حضور بڑے

شب بیدار

تھے ۔ عشاء کے بعد بہت دیر تک میں جاگتا ۔ مجھے انتظار ہوتی تھی کہ حضور تشریف لائیں گے ۔ کیونکہ حضرت کا معمول تھا ، کہ دو ایک مرتبہ ضرور پہلے حصہ رات میں بھی اوپر تشریف لایا کرتے تھے ۔ میں نیند سے مغلوب ہو کر سو جاتا اور حضور موم بتیاں جلا کر لکھنے میں مصروف رہتے ۔ پھر میں ابھی غلبۂ نیند سے خراٹے بھرا کرتا تھا کہ حضور بیدار ہوتے تھے ۔ خدا ہی جانے کہ حضور سوتے کس وقت تھے ۔ میں نے حضور کو اتنا قریب رہ کر بھی جب دیکھا ؛ جاگتے ہی دیکھا ۔ خدا کے پیارے مسیح اور مقرب رسول سیدنا حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسن و احسان کے واقعات ، پیاری ادائیں اور دلربا روحانی باتیں بے شمار ، بے انداز اور ان گنت ہیں ۔ جو رہتی دنیا تک بیان ہوتی ، لکھی اور پڑھی سُنی جاتی رہیں گی ۔ ہر دوست ، ہر مُرید اور ہر خادم و غلام کے ساتھ حضور کے ایسے گہرے روحانی تعلقات تھے ۔ کہ ہم میں ہر یک یہی سمجھتا کہ جتنا تعلقِ محبت و مروّت اور احسان و کرم حضور کو مجھ سے ہے ، دنیا میں کسی دوسرے سے نہیں ۔ یہی وجہ تھی کہ ہر عقیدت کیش آپ کے لئے انتہائی قربانی تک کیلئے ہر وقت تیار و کمر بستہ رہتا ۔

میں شامتِ اعمال سے اس مرحلہ پر اس مقدس دالان کے پہرہ کی ڈیوٹی کے دوران میں بیمار ہو گیا ۔ بخار آنے لگا ۔ کچھ عرصہ تو میں نے کسی سے ظاہر بھی نہ کیا ، مگر جب حالت نازک ہو گئی اور میں چلنے پھرنے بلکہ اُٹھنے بیٹھنے تک سے معذور ہو گیا ۔ تو اس مقدس ڈیوٹی سے بھی محروم ہو گیا ۔ یہی وہ سخت اور شدید بیماری تھی ، جس کا ذکر میں اپنے ابتدائی حالات

کے دوران میں کر چکا ہوں، اور جن کو موقر اخبار الحکم نے شائع کر دیا تھا، جو مجھے موت کے مُنہ تک لے جا چکی تھی۔ زندگی کی کوئی رمق باقی نظر نہ آتی تھی۔ اور موت میرے سر پر منڈلاتی دکھائی دے رہی تھی۔ آخر سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توجہات اور دعاؤں کے طفیل اللہ تعالیٰ نے

مُردے کو زندہ

کرنے کا معجزہ دکھایا تھا۔

خدا کے برگزیدہ نبی اور مقدس رسول علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنے خدا کی محبت میں ایسے فنا و گداز ہو جاتے، اسکی اطاعت و فرمانبرداری میں اپنے آپ سے یوں کھوئے جاتے اور ایسے رنگ میں اس کی رضاء و تسلیم میں گم ہو جاتے ہیں۔ کہ ان کا اپنا کچھ باقی ہی نہیں رہتا۔ وہ الوہیت کی چادر کے نیچے آکر خدا میں محو اور اسی میں گم ہو جاتے اور خدا کے بُلائے بولتے، اسی کے چلائے چلتے اور پھرتے ہیں۔ اُن کی رضاء خدا کی رضاء۔ ان کا انکار خدا کا انکار اور ان کی اطاعت خدا کی اطاعت بن جاتی ہے۔

وہ خدا تو نہیں ہوتے

مگر سچ یہ ہے کہ خدا سے جدا بھی نہیں ہوتے یہ فانی فی اللہ فنا میں اتنی ترقی کرتے ہیں کہ وہ باقی باللہ ہی ہو جاتے ہیں۔ ان کی ناراضگی خدا کی ناراضگی اور ان کا غضب خدا کا غضب ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ ان کا رحم خدا کا رحم ہوتا ہے۔ خدا سے اتنا گہرا اور مضبوط تعلق جوڑ لینے کے بعد وہ کامل محبت اور کامل پیروی کر کے فنافی الرسول ہوتے اور محبت و اخلاص میں اتنے بڑھتے ہیں اور آئینۂ دل کو ایسا صاف کرتے ہیں۔ کہ کمالاتِ نبوتِ محمدیہ ان میں منعکس ہونے لگتے اور وہ آپ کے بروزِ کامل ہو جاتے ہیں۔ اور ان گہرے روحانی تعلقات کے نتیجہ میں ان کا ہر خلق کامل اور ہر ادا مقبول و پیاری ہو جاتی اور اس طرح وہ اخلاق کے لحاظ سے بھی ایسی

مضبوط چٹان پر کھڑے کئے جاتے

ہیں۔ کہ دنیا جہان کے لئے ایک اسوہ اور ایسا نمونہ ہوتے ہیں۔ کہ اُنہی کے اخلاق صحیح اخلاق اور اُنہی کا نمونہ قابلِ تقلید اور واجب الاطاعت ہو جاتا ہے۔

ہمارے امام و مقتدا سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فداہ روحی نے اپنے خدا سے جو تعلق پیدا کیا۔ اس کی شہادت خود خدا کے کلام میں موجود و محفوظ ہے

"اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ تَوْحِیْدِیْ وَ تَفْرِیْدِیْ"

"اَنْتَ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْکَ"

کے الہامات کمال تعلق اور مقام فنائیت کے انتہائی عروج و کمال کے مظہر و دلیل ہیں — رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے آپ کی عقیدت و محبت کا اندازہ آپ کا اُردو، عربی اور فارسی کلام مطالعہ کرنے سے بخوبی ہو سکتا ہے۔ آپ کو جو بے نظیر محبت سید الکونین سرور دو عالم سے تھی، اس کا اندازہ کرنا انسانی طاقت سے بالاتر ہے۔ آپ کے رگ و پے اور ہر بُنِ ریشہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی جو غیر مشکوک، غیر متزلزل اور غیر فانی محبت کوٹ کوٹ کر بھری تھی، اس کا بیان ناممکن ہے۔ صاحبِ دل، صافی القلب اور صاحبِ حال اور صدق مقال کے سوا کوئی اس کا اندازہ تو درکنار اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ اور چونکہ یہی دو تعلقات سارے اخلاق کا سرچشمہ اور روحانی برکات و فیوض کا منبع ہیں۔ لہذا حضور کو اخلاق میں بھی وہ کمال حاصل تھا کہ دوست تو درکنار اشد ترین معاند اور سخت ترین دشمن بھی اقرار کئے بغیر نہ رہ سکے۔

والفضل ما شہدت بہ الاعداء

آپکی بے داغ پاکیزہ زندگی اور ماموریت سے قبل کے غیر مشتبہ حالات زبان زد خاص و عام ہیں۔ دنیا میں شائع شدہ ہیں۔ سوچنے والے سوچیں اور غور کرنے والے غور کریں کہ

وَلَقَدْ لَبِثْتُ فِیْکُمْ عُمُراً مِّنْ قَبْلِہٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْن

کی نص صریح اور سچی کسوٹی پر ٹھیک اترتے ہیں یا نہیں؟ فماذا بعد الحق الا الضلال۔ ع

کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

خدائے قدوس کے عشق و محبت کا نتیجہ۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے کامل محبت اور آپ کی کامل اطاعت و پیروی کا ثمرہ — اور ان کے نتیجہ یعنی اخلاق فاضلہ میں عروج و کمال کا تقاضا

تزکیہ نفوس، خدمت خلق اور تبلیغ رسالت

کے فرائض تھے۔ جن کی ادائیگی کے لئے حضور پُر نور نے مختلف ذرائع اختیار کئے۔ مختلف وسائل جمع فرمائے۔ اور کوئی دقیقہ حق تبلیغ کا باقی نہ رہنے دیا۔ جہاں حضور پُر نور نے بیسیوں کتابیں لکھکر دنیا میں شائع فرمائیں، اور تحریر و تقریر کے ذریعہ فریضۂ تبلیغ کو ادا فرمایا، وہاں حضور نے کبھی فیض صحبت۔ انفاس قدسیہ اور توجہات عالیہ کے ذریعہ سے۔ کبھی تالیفِ قلوب حسن سلوک اور عطاء و سخا کے طریق سے اور کبھی اعلیٰ اخلاق، نیک نمونہ، اُسوۂ حسنہ اور حُسنِ معاشرت اور اپنی خلوت و جلوت کی زندگی کے طالبانِ حق اور تشنگانِ ہدایت کی پیاس بُجھائی۔ اور روحانی پانی کے آبحیات سے سیراب کر کے روحانی زندگی، بصیرت اور عرفان عطا فرمایا۔

دنیا گواہ ہے۔ اپنے اور بیگانے سبھی جانتے ہیں کہ:۔

۱۔ حضور پُر نور کو مہمانوں سے کس قدر محبت تھی۔ اور حضور کتنا چاہتے تھے کہ آئے ہوئے مہمان جلد واپس نہ جائیں بلکہ جس قدر زیادہ ممکن ہو ٹھہریں۔ اور صحبت میں رہیں۔

۲۔ حضور کو کتنی خواہش اور تڑپ تھی۔ کہ لوگ آئیں۔ حضور کی صحبت سے فیض پائیں۔ خدا کی باتیں سنیں۔ اور تازہ نشان دیکھیں۔ اور اس غرض کے لئے حضور نے ایک دعوت عام دے رکھی تھی۔ اخراجات سفر۔ اوقات کے حرجانے۔ اخراجات طعام و قیام کے برداشت کرنے کا بھی اعلان کر رکھا تھا۔ اور یہاں تک فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر کوئی نیک نیت، اخلاص اور صاف دلی سے ہماری صحبت میں چالیس دن ٹھہرے۔ تو ضرور وہ خدا کا زندہ نشان اور ہماری صداقت کی تازہ شہادت پائے گا۔ اگر نہ پائے تو وہ خدا کے حضور بری الذمہ —

۳۔ حضور کے مکانات صحن اور کمرے کوٹھڑیاں کس طرح صحابہ و خدام اور انکے بیوی بچوں سے بھری رہتی تھیں۔ اور کوئی کونہ بھی خالی دکھائی نہ دیا کرتا تھا۔ گھر کے اندر گنجائش نہ رہتی، تو کرایہ کے مکان مہیا فرماتے اور ان کی ضروریات پورے تعہد و التزام کے ساتھ وہیں پہنچانے کا انتظام فرماتے۔

یہ اور اس کے علاوہ اور کئی قسم کی کوششیں کیوں اور کس غرض و مقصد کے لئے تھیں؟ — اتنے بھاری اخراجات اتنی لمبی و متواتر سر دردی۔ اتنا تعہد و اہتمام۔ اتنا انتظام و التزام کہ جس پر ذاتی آرام اور گھر کا سارا امن و چین قربان کیا جا رہا تھا۔ آخر یہ باتیں کیوں تھیں؟ ان کی غرض و غایت کیا تھی؟ اور ان سخت اور مشکل ترین کاموں کے پیچھے کونسا جذبہ اور کیا نیت کام کر رہی تھی؟

یہ ایک سوال ہے

جس کا جواب مختصر اور دو حرفہ جواب میری رائے اور ناقص علم میں

خدانمائی

کا جذبہ — یہی غرض و غایت اور یہی نیت و مقصود تھا۔ دنیا اپنے حقیقی خدا کو چھوڑ کر بھٹکتی پھرتی تھی۔ اپنے مقصود اصلی کو بھول کر جیفہ دنیا پر ہی گر چکی تھی۔ اور اپنے خالق و مالک سے مونہہ پھیر کر اس سے دور جا پڑی اور خدا سے قطع تعلق کر کے طرح طرح کے فسق و فجور، گناہ و عصیان میں ڈوب رہی تھی۔

ظہر الفساد فی البرّ والبحر

کا نظارہ پھر دنیا کے سامنے موجود ہو چکا تھا۔ خدا کی رحمت نے جوش مارا۔ محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ کے بروز کامل، فضائل و کمالات کے حامل سیدنا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیج کر دنیا کی دستگیری و رستگاری کے سامان کر دئے۔ بنی نوع انسان کی ہمدردی کا بے نظیر جذبہ آپ کے دل میں بھر دیا۔ جس کے ماتحت حضور پُر نور نے مخلوق کے ٹوٹے ہوئے پیوند کو جوڑنے اور برگشتہ و دور افتادہ لوگوں کو خدا سے ملانے کی کوششیں کیں۔

خدا کی ذات وراء الوراء لیس کمثلہ شیءٌ اسکو مادی آنکھوں سے نہیں دیکھا جا سکتا۔ وہ اپنی قدرت نمائی اور صفات سے پہچانا اور شناخت کیا جاتا ہے —

قدرت سے اپنی ذات کا حق دیتا ہے ثبوت

خدا کے مقدس بندے اس کی قدرت کے مظاہر اور اُن کا وجود خدا نما وجود ہوتا ہے ع

سر سے میرے پاؤں تک وہ یار مجھ میں ہے نہاں

اسی لئے تو فرمایا تھا کہ

ہمارا نام چھوڑ کر تم کیا چیز دنیا کے سامنے پیش کروگے؟

القصہ یہی وہ غرض تھی اور یہی مقصود جس کے لئے حضور پُر نور نے نورِ دین سے محبت کی۔ اس کو گھر میں رکھا۔ اور اپنے قریب کیا۔ جس سے اس کے نور میں جلا پیدا ہوئی — وہ عرفان میں بڑھا۔ اور آخر کار اس منبع نور میں غوطہ لگا کر فانی النور اور نورٌ علیٰ نور ہوگیا۔ اور پھر کبھی آپ سے جدا نہ ہوا:۔